گروہی انسان نہیں ربانی انسان بنیے !

قرآن حکیم میں ارشاد ہوا ہے کہ :

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ

"کسی انسان کو یہ بات سزاوار نہیں کہ اللہ اسے (انسان کی ہدایت کیلئے) کتاب اور حکومت و نبوت عطا فرمائے اور پھر اس کا شیوہ یہ ہو کہ لوگوں سے کہے: خدا کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ (یعنی خدا کے احکام کی جگہ میرے حکموں کی اطاعت کرو) بلکہ چاہئے کہ ربانی انسان بنو (كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ) (آل عمران-۷۹)

ربانی کا مفہوم ہے رب کا حامل، اہل اللہ، خدا پرست۔ مذکورہ لفظ ایک مومن کی شخصیت کو واضح کرنے کیلئے نہایت صحیح اور با معنی لفظ ہے۔ قرآن کا فرمان یہ ہے کہ نبی کی دعوت ایک لفظ میں یہ ہوتی ہے کہ "اے لوگو! خود کو ربانی انسان بناؤ"۔ جب کتاب، شریعت اور پیغمبر کی ہستی بھی اس بات کی مجاز نہیں کہ وہ لوگوں کو اپنا بندہ، مُرید اور گروہی پیروکار بنا لے تو موجودہ دوَر کے پیروں اور مذہبی پیشواؤں کو یہ حق کہاں ہے کہ وہ انہیں اپنے گروہ کا پیروکار بنائیں۔ قرآن میں یہ حقیقت واضح طور پر بیان کی گئی ہے کہ خدا پرست ہونا اور اُس کی نازل کردہ ہدایت کا پیروکار بننے کی تلقین کرنے والا ہی اصل میں کتاب اللہ کا پیروکار اور پیغمبر ﷺ کے طریقہ پر ہے۔ تمام کتابوں کی یہی تعلیم ہے اور تمام انبیاء نے اُسی کی طرف پکارا ہے۔

چنانچہ جو لوگ پیغمبر کی دعوت الی اللہ قبول کرتے ہیں صرف وہی خدا پرست انسان بنتے ہیں۔ ایمان کے نتیجے میں ان میں جو شخصیت ابھرتی ہے وہ ربانی شخصیت ہوتی ہے۔

انسان کیلئے دنیا کی زندگی میں صرف دو رویے ممکن ہیں۔ اول انفرادی خواہشات کے تابع خود رخی رویہ۔ دوئم اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کے تابع خدارخی رویہ۔ خود رخی رویے کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی خواہشات اور مرضی کی پیروی کرنا، اپنی خواہشات اور مرضی کو ہدایت کے ذرائع اور رہنما بنانا اور اپنے ذاتی اغراض کی تکمیل کو زندگی کی کل حاصلات سمجھنا۔ ایسی سوچ کے حامل افراد کے یہاں زندگی کا کوئی مقصد اور نصب العین نہیں ہوتا۔ پوری زندگی مال و دولت اور مناصب و عہدوں کے پیچھے بھاگ دوڑ کر کے مر جانا ہی ان کا معمول ہوتا ہے۔ اپنے خالق اور رب کے ساتھ تعلق کا شعور ایسے لوگوں کیلئے کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ چنانچہ جو لوگ اپنے خالق اور رب کے ساتھ تعلق کی تمنا اور تڑپ نہیں رکھتے اور اللہ کو اپنا دوست نہیں بناتے، ان کا دوست شیطان یا شیطان صفت شخص بن جاتا ہے۔ ان کا ذہن ہمیشہ تخریب کاری کیلئے ہی کام کرتا ہے۔ اور وہ سازشوں اور انتقامی طریقوں پر ہی بھروسہ کرتے ہیں۔ جب بھی انہیں کوئی مسئلہ درپیش ہوتا ہے، فوراً ان کا ذہن منفی تدابیر کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ ایسے افراد ہمیشہ اندھیروں میں بھٹکتے رہتے ہیں۔ اور انہیں کبھی روشنی نصیب نہیں ہوتی۔

اس کے برعکس مومن وہ ہوتا ہے جس کی زندگی کا تمام رخ خدا کی طرف ہو۔ اس کی سوچ خدا کے رنگ میں رنگی ہوئی ہو اور اس کے جذبات خدا کیلئے متحرک ہوں۔ اور اس کا پورا بھروسہ خدا کی ذات پر ہو۔ صرف ایک خدا کی ذات اس کی تمام سرگرمیوں کا مرکز اور محور ہو۔ اس کا بولنا خدا کی عظمت اور جلال کے احساس ے تابع ہو۔ زندگی میں خدا کا ذکر اذکار اور خدا کی طرف لوگوں کو بلانا اس کی زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ ہو۔ اُس کی زندگی کو ایک لفظ میں "خدارخی" زندگی کہا جاسکتا ہے۔ ایسا انسان ربانی انسان بن جاتا ہے۔ اور وہ خدا کی رفاقت اور قربت کو اس دنیا میں ہی حاصل کرلیتا ہے۔ اروآخرت میں بھی ایسے بندوں کیلئے بے شمار نعمتوں اور راحتوں کا وعدہ کیا گیا ہے۔

ربانی انسان کا رویہ

قرآن کی رو سے انسان کا دھرتی پر خلافتی کردار اللہ تعالیٰ کی منشا ہے اور انسان کیلئے اس کی منشا پر عمل کرنے کی آزمائش ہے۔ اس حیثیت میں انسان پر تین ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں: (۱) پہلی ذمہ داری اللہ تعالیٰ کے ساتھ انسان کا عبدیت، تقدیس اور شکر کا تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مذکورہ تعلق انسان کا اصل تخلیقی مقصد ہے۔ اور دیگر دو ذمہ داریاں اُسی کا لازمی نتیجہ ہیں اور اس تعلق کو مستحکم کرنے کے ذرائع اور منصب ہیں۔ (۲) دوسری ذمہ داری زمین پر خلافت یعنی حسنہ فی الدنیا کا فلاحی معاشرہ قائم کرنا ہے۔ (۳) تیسری ذمہ داری پر اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے احکامات کے مطابق انسانوں سے عدل واحسان کے ساتھ نیکی کرنے کی ہے۔

انسان اللہ کو اپنا خالق اور مالک سمجھے، اللہ کی عظمتوں اور کبریائی اور جوابدہی کے احساس کے ساتھ زندہ رہے اور اللہ کے بتائے ہوئے ضوابط کے مطابق زندگی گذارے۔ اس کے بعد ہی وہ اللہ کے ساتھ اپنے تعلق کے امتحان میں پاس ہو جائے گا۔ یہ تقویٰ کی زندگی ہے۔ اور قرآن ایسی زندگی بسر کرنے والے متقین کیلئے ہدایت ہے۔ انسان پوری سچائی کے ساتھ اللہ کی فرمانبرداری کی راہ پر جب قدم رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے راستے آسان فرمائے گا۔

اللہ بڑا ہے، انسان چھوٹا ہے۔ اللہ قادر ہے، انسان عاجز ہے۔ اللہ عطا کرنے ولا ہے، انسان لینے والا ہے۔ ان حقائق کا شعور انسان کے اندر اعتراف، عاجزی اور جوابدہی کا احساس پیدا کرتا ہے اور اُس کے اندر سے سرکشی اور تکبر ختم ہو جاتا ہے۔ وہ اللہ کی محبت اور خوف کے جذبات کے تابع رہ کر دنیا میں زندگی گذارنے لگتا ہے۔

اس قسم کا انسان زمین پر سے ناانصافی، ظلم، استحصال اور انسانوں کی انسانوں پر غلامی کا منکر ہوتا ہے۔ اُس کا خلافتی کردار اُسے زمین پر اللہ کی منشا کے مطابق سلامتی اور فلاح کا حامل بنانے کیلئے ابھارتا اور جہد وسعی پر آمادہ کرتا رہتا ہے۔

اسی طرح ایسا انسان جب دیگر انسانوں کے درمیان ہوتا ہے تو ان کے ساتھ معاملات کے دوران اُس کی تمام روش حُسن اخلاق کی حامل ہوتی ہے۔ اُس کا بولنا عاجزانہ ہوتا ہے۔ اُس کا عمل عدل وانصاف پر مبنی ہوتا ہے۔ اُس کی ہر چال چلت ایک ذمہ دار انسان کی ہوتی ہے۔ ایسا آدمی ہر قسم کے منفی اور سطحی جذبات سے بالاتر ہوتا ہے۔ اونچے درجے کی سوچ بچار اُس

کے طبیعت کا حصہ بن جاتی ہے۔ اور اُس کے سینے میں دوسرے لوگوں کیلئے خیر خواہی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ خدا خوفی اس کے دل میں سمائی ہوتی ہے، اور وہ اُسے اس بات سے روکتی ہے کہ وہ کسی کو دکھ پہنچائے یا کسی کے ساتھ ناانصافی کرے۔ وہ ہر ایک کو اپنا حق دیتا ہے اور اس بات کا سخت احتیاط رکھتا ہے کہ اسکی ذات سے کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ وہ کسی کو مصیبت میں دیکھتا ہے تو اس کی مدد کیلئے بے چین ہو جاتا ہے۔ خود غرضی اور مفاد پرستی اس کے خمیر میں شامل نہیں ہوتے۔ جو چیزیں اور کام وہ اپنے لئے بہتر نہیں سمجھتا وہ اپنے ارد گرد کے لوگوں کو بھی ان سے بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ اپنے ارد گرد کے انسانوں کی بہتری، بھلائی اور نجات کا ہر وقت خیال رکھتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اپنی شخصیت کی ارتقا اور اپنے رب کی قربت حاصل کرنے کی یہی راہ ہے، جس پر دنیا کے تمام اچھے اور سچے انسان قائم رہے ہیں۔ اُسے جو کچھ بھی قدرت سے عطا ہوتا ہے وہ اُسے امانت جانتا ہے۔ اپنی سمجھ بوجھ، علم، مرتبہ، حیثیت، مال و دولت ان سب کا فائدہ خلق خدا کو دینے کیلئے ہمیشہ دیوانگی کی حد تک سر گرم رہتا ہے۔ اور ایسی سر گرمیوں کو وہ اپنے روح اور قلب کا قرار محسوس کرتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ یہی کام اس کے تخلیقی مقاصد کی تکمیل کیلئے بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔

وہ ایک ایسے انسان کی زندگی بسر کرتا ہے جو ہر وقت یہ دیکھ رہا ہو کہ اللہ تعالیٰ اُس کے اوپر نگرانی کر رہا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اللہ جیسے دنیا کی زندگی میں نگران اور نگہبان ہے ویسے ہی مرنے کے بعد بھی اس کے قول و فعل کے ذرہ ذرہ کا حساب رکھنے والا ہے۔